ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE: 2789-8784

ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com

ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.6,Issue No.2(2024)
(April to June)

کلاسیکیت اور رومانویت کا تقابلی جائزہ

Comparative Analysis of Classicism And Romanticism

ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن بلوچ

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ پاکستانی زبانیں، علامہ اقبال اوپن یونیوسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر زیب النساء

لیکچرار، شعبہ پاکستانی زبانیں، علامہ اقبال اوپن یونیوسٹی، اسلام آباد

عبدالحکیم

ایم فل اسکالر، شعبہ پاکستانی زبانیں، علامہ اقبال اوپن یونیوسٹی، اسلام آباد

Dr. Zia Ur Rehman Baloch

Assistant Professor, Department of Pakistani Languages, AIOU, Islamabad.

Dr. Zaib un Nisa

Lecturer, Department of Pakistani Languages, AIOU, Islamabad.

Abdul Hakeem

M. Phil Scholar, Department of Pakistani Languages, AIOU, Islamabad

Abstract:

This paper presents a comparative analysis of two significant literary movements: Classicism and Romanticism. Classicism emphasizes reason, order, discipline, and objectivity, often drawing inspiration from ancient Greek and Roman literature. In contrast, Romanticism values emotion, imagination, and personal experience, arising as a reaction against the strict rules of Classicism. The study explores the key characteristics of both movements, highlighting their influence on literature and art. Through examples from major literary figures like John Milton, William Wordsworth, and Lord Byron, this paper illustrates how these movements differ in their portrayal of nature, human experience, and artistic expression. The analysis concludes that while Classicism focuses on structure and restraint, Romanticism celebrates emotional freedom and creativity.

Keywords: Classicism, Romanticism, literary movements, objectivity, emotion, imagination, discipline, art, creativity.

ادب اور فنونِ لطیفہ کی تاریخ میں کلاسیکیت (Classicism) اور رومانویت (Romanticism) دو اہم ادبی تحریکیں رہی ہیں، جو ایک دوسرے کے متضاد نظریات اور خیالات پر مبنی ہیں۔ کلاسیکیت نظم و ضبط، اصول، اور معروضیت کو اہمیت دیتی ہے جب کہ رومانویت جذبات، تخیل اور ذاتی تجربات پر زور دیتی ہے۔ یہ تحقیق دونوں ادبی تحریکوں کے مابین فرق کو نمایاں کرنے کی کوشش کرتی ہے اور یہ بتاتی ہے کہ ان تحریکوں نے ادب اور فنون پر کس طرح اثر ڈالا لیکن اس موازنے سے پہلے ہم انفرادی طور پر کلاسیکیت اور رومانویت کی تعریف، خصوصیات اور خدوخال کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ موازنہ کرتے ہوئے ان دونوں تحریکوں کے اصول و ضوابط کا بہترین ادراک ہو سکے۔

کلاسیکیت ایک ایسی ادبی تحریک ہے جو قدیم یونانی اور رومی ادب سے متاثر ہو کر اُبھری۔ اس تحریک کا زور عقلیت، نظم و ضبط، توازن اور ہم آہنگی پر ہے۔ کلاسیکی ادب میں انسان کو ایک معروضی نقطۂ نظر سے دیکھا جاتا ہے اور ادب کی بنیادی خصوصیات میں سادگی، معروضیت اور فطرت کے قوانین کی پابندی شامل ہوتی ہے۔ کلاسیکیت کے بارے میں امین الرحمان لکھتے ہیں:

> "کلاسیکیت کی اصطلاح ایک ایسی تحریک کو ظاہر نہیں کرتی جو ایک خاص زمانہ میں ہی پیدا ہوئی بلکہ یہ ایک ایسے طرز فکر کا عنوان بن گئی جو نہ صرف تاریخ انسانی کے ایک خاص دور میں پیدا ہوئی بلکہ بعد کے زمانوں میں بھی مخصوص عصری تقاضوں کی وجہ سے زندگی، ادب اور آرٹ کو متاثر کرتی رہی۔ اس لحاظ سے کلاسیکیت ایک ایسی زندو پائندہ فکری رجحان یا تحریک ہے جو انسانی تہذیب کے مختلف دوروں میں کبھی فنا نہیں ہوئی بلکہ اس کی طاقتور روح وقت کے دھارے کے ساتھ بار بار بہتی رہی۔"(۱)

کلاسیکیت ایک وسیع ثقافتی اور فنکارانہ تحریک ہے جو قدیم یونان اور روم کے فن، ادب، فلسفہ اور فن تعمیر سے تحریک حاصل کرتی ہے۔ یہ نظم وضبط، ہم آہنگی، توازن اور عقلیت پر زور دیتی ہے، جو قدیم تہذیبوں کی فکری اور جمالیاتی اقدار کی عکاسی کرتی ہے۔ کلاسیکیت نے مغربی فکر اور جمالیات پر خاص طور پر نشاۃ ثانیہ، روشن خیالی، اور نو کلاسیکی دور کے دوران نمایاں اثر ڈالا۔ اس مقالے میں کلاسیکیت کے اہم عناصر، اس کی تاریخی ترقی اور اس کے فن، ادب اور فلسفے پر دیرپا اثرات کا جائزہ لیا جائے گا۔

مثال: کلاسیکی شاعری میں نظم وضبط اور حقیقت پسندی کی ایک مثال انگریزی شاعر جان ملٹن (John Milton) کی شاعری میں ملتی ہے۔ کلاسیکیت میں جذبات کو ایک حد تک کنٹرول کرنے کی ضرورت پر زور دیا جاتا ہے تاکہ فن میں توازن برقرار رکھا جا سکے۔ کلاسیکیت کی بنیاد نشاۃ ثانیہ کے دور میں رکھی گئی، جب یورپ میں دانشوروں نے قدیم یونان اور روم کے فلسفوں اور متون کو دوبارہ دریافت کرنا شروع کیا۔ انسانیت پسند (Humanists) مفکرین جیسے پیٹراک (Petrarch) اور اراسمس (Erasmus)، اور بعد میں مائیکل اینجلو (Michelangelo) اور رفائیل (Raphael) جیسی شخصیات نے کلاسیکی اقدار کو زندہ کرنے کی کوشش کی، کیونکہ وہ قدیم دنیا کو حسن، تناسب اور عقل کا مظہر سمجھتے تھے۔

نشاۃ ثانیہ کے دوران، فنکاروں اور معماروں نے قدیم کلاسیکی فن تعمیر اور فنون لطیفہ کے اصولوں کو دوبارہ اپنایا۔ کلاسیکی فن تعمیر میں "ڈورک" اور "آئونی" طرزیں دوبارہ مقبول ہوئیں، اور مجسمہ سازی اور پینٹنگ میں جسمانی ہم آہنگی، تناسب اور فطری جمالیات کو دوبارہ سراہا گیا۔ کلاسیکیت نے اس وقت کے فلسفیوں اور ادیبوں کو بھی متاثر کیا، جنہوں نے قدیم فلسفہ، خاص طور پر ارسطو اور افلاطون کی عقلی سوچ اور اخلاقیات کو دوبارہ اپنانے کی کوشش کی۔ کلاسیکیت میں نظم وضبط اور توازن کو بنیادی اہمیت دی جاتی ہے۔ چاہے وہ فن ہو، فن تعمیر، یا ادب، ہر شے میں ایک مربوطیت اور تناسب پایا جاتا ہے۔ اس نظریے کے تحت، ہر چیز کو ایک متوازن شکل میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ وہ ایک جامع وحدت کی عکاسی کرے۔ کلاسیکی فنون میں ہم آہنگی اور عقل پسندی کو خصوصی اہمیت دی جاتی ہے۔ کلاسیکی دور میں تخلیقات کو اس انداز میں ترتیب دیا جاتا تھا کہ وہ عقل کی عکاسی کریں، یعنی ان میں کوئی غیر ضروری یا جذباتی ابہام نہ ہو۔ آفتاب عالم عارفی کلاسیکی ادب کے بارے میں سانت بیو کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

> " صحیح معنی میں وہ مصنف حقیقی کلاسیک کے ذیل میں آتا ہے جس نے ذہن انسانی کو ترقی دے کر آگے بڑھایا ہو جس نے اسے مالا مال کیا ہو، جس نے فکری سرمائے میں بیش بہا اضافہ کیا

ہو۔ جس نے واضح طور پر اخلاقی صداقت دریافت کی ہو۔ جس نے انسان کے اندر دائمی جوش و جذبہ پیدا کیا ہو۔ جس نے اپنی فکر، مشاہدہ یا ایجاد کے ذریعے ذہن انسانی کو وسعت اور عظمت عطا کر رکے حسن و لطافت کی تہذیب کی ہو۔ جو اپنے مخصوص انداز میں 'سب کے لیے' ہو اور سب سے مخاطب ہو جس کا طرز ادا ایسا ہو جو ساری دنیا کو اپیل کرے جس کا انداز ایسا ہو جو جدت کی بدعت کے بغیر بھی نیا ہو۔ جس میں نیا اور پرانا مل کر ایک ہو گئے ہوں۔ جس کے طرزِ ادا میں یہ خصوصیت ہو کہ ہر دور اسے اپنا طرز ادا سمجھے اور جس کی تخلیقی صفات دائمی اور آفاقی ہوں۔"(۲)

کلاسیکیت میں قدیم یونانی اور رومی فلسفیوں اور مفکرین کے نظریات کو اعلیٰ معیار سمجھا جاتا ہے۔ ان قدیم روایات کو زندہ رکھنے اور ان کے اصولوں پر عمل پیرا رہنا کلاسیکیت کا ایک اہم عنصر ہے لیکن کسی ادب پارے کا محض قدیم ہونا ہی شرط نہیں۔ اس بارے میں یونس حسنی لکھتے ہیں:

"کسی کلاسیک کے لیے قدیم کی شرط ضروری نہیں، بعض چیزیں (ادب یا مصنف وغیرہ) قدیم کے ساتھ مشہور بھی ہیں لیکن انہیں کلاسیک کا درجہ حاصل نہیں ہے۔ کلاسیک کے لیے یہ ضروری ہے کہ ایک مستند لسانی معاشرہ جسے آفاقی درجہ بھی حاصل ہو، کے پیمانے پر قبول خاص و عام ہو جو ہر دور کو اپیل کرے اور اپنے مخصوص طرز بیان و اسلوب میں تنہا حوالے کی حیثیت رکھتا ہو"۔(۳)

کلاسیکیت نے ادب اور فلسفہ میں بھی گہرے اثرات مرتب کیے۔ جان ملٹن (John Milton) کی "پیرادائز لاسٹ" (Paradise Lost) اور الیگزینڈر پوپ (Alexander Pope) کی "ایسے آن مین" (Essay on Man) میں کلاسیکی نظریات کی عکاسی ہوتی ہے۔ ان ادبی تخلیقات میں انسانی فطرت، پوپ (Alexander Pope) کی "ایسے آن مین" (Essay on Man) میں کلاسیکی نظریات کی عکاسی ہوتی ہے۔ ان ادبی تخلیقات میں انسانی فطرت، عقل، اور اخلاقی اصولوں کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے، جو کلاسیکیت کے اہم موضوعات ہیں۔

کلاسیکی فلسفہ کے مفکرین جیسے کہ ارسطو نے نظریاتی دنیا کے بجائے حقیقی دنیا کو سمجھنے کی کوشش کی۔ ان کی "نیکوماخین ایتھکس" (Nicomachean Ethics) اور "پولٹکس" (Politics) میں انسانی زندگی کے عملی پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے، جو کلاسیکی فلسفے کا اہم حصہ ہیں۔ سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں کلاسیکیت کا دوبارہ عروج "نوکلاسیکیت" (Neoclassicism) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس دور میں فنکاروں اور ادیبوں نے قدیم کلاسیکی اصولوں کو ایک نئے انداز میں اپنایا۔ فرانس میں لوئی چہاردہ کے دور میں کلاسیکی فن تعمیر اور ادب کو دوبارہ فروغ ملا، اور انگلینڈ میں ادب میں نوکلاسیکی طرز کو جان ڈرائیڈن (John Dryden) اور الیگزینڈر پوپ نے آگے بڑھایا۔ اس بحث کو ایک پیرائے میں ڈھالتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ کلاسیکیت ایک دیرپا ثقافتی اور جمالیاتی تحریک ہے جس نے مغربی تہذیب پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس کی بنیادی خصوصیات نظم و ضبط، توازن، ہم آہنگی اور عقل پسندی ہیں، جو فنون لطیفہ، ادب اور فلسفے میں واضح طور پر نظر آتی ہیں۔ کلاسیکیت نے ماضی کی عظمت کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کی اور مغربی تہذیب کو ایک نئی شناخت فراہم کی۔ اس کا اثر آج بھی مختلف شعبوں میں دیکھا جاسکتا ہے، اور اس کی جمالیاتی اور فکری روایات نے دنیا بھر کے فنکاروں، ادیبوں اور مفکرین کو متاثر کیا ہے۔

رومانویت (Romanticism) اٹھارویں صدی کے آخر اور انیسویں صدی کے اوائل میں ایک ادبی، فنی اور فکری تحریک کے طور پر سامنے آئی۔ یہ تحریک کلاسیکیت کے مقابلے میں ایک رد عمل تھی، جو کہ نظم وضبط، عقلیت پسندی اور ہم آہنگی پر زور دیتی تھی۔ رومانویت کے علمبرداروں نے انسانی جذبات، فطرت، تخیل، اور فرد کی انفرادیت کو مرکزیت دی۔ رومانویت نے فنون، ادب، اور فلسفے کے میدان میں انقلابی تبدیلیاں کیں، جس کی وجہ سے اس کا اثر دنیا کے مختلف معاشروں پر آج تک برقرار ہے۔

رومانویت اٹھارہویں صدی کے آخر اور انیسویں صدی کے آغاز میں ابھرنے والی ایک تحریک ہے جس میں جذبات، تخیل اور فطرت کو اہمیت دی گئی۔ یہ تحریک کلاسیکیت کے معروضی نقطہ نظر کے خلاف رد عمل کے طور پر اُبھری۔ رومانوی ادبیات میں شاعر یا فنکار کے ذاتی جذبات اور تخیلات کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ محمد حسن رومانوی تحریک کے بارے میں اپنا نقطہ نظر یوں بیان کرتے ہیں:

> "رومانی تحریک نے خیال اور اسلوب میں جو ہمہ گیر تغیر پیدا کیا تھا اس کا منفی پہلو یہ تھا کہ ادبا کھلی آنکھوں سے خواب دیکھنے کے عادی ہو گئے اور یوں زندگی کی اصل حقیقت سے ان کا رشتہ نہ صرف کٹ گیا بلکہ وہ خلاؤں میں بھی جھانکنے لگے۔ اس لحاظ سے رومانی تحریک نے جذبے کی انتہا پسندی کو فروغ دیا۔۔ اس تحریک میں لفظ کو نئے قرینے سے بیان کیا گیا لیکن اس میں کھردرا پن موجود رہا۔ شعرا کی آواز، مترنم تھی لیکن یہ آواز داخلی طور پر کھوکھلی تھی۔"(۴)

مثال: ولیم ورڈزورتھ (William Wordsworth) اور سموئیل ٹیلر کولرج (Samuel Taylor Coleridge) کی شاعری میں فطرت اور انسان کے درمیان تعلق کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ رومانویت میں فطرت کے حسن کو انتہائی جذباتی اور تخیلاتی انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ رومانویت کی تحریک کا آغاز اٹھارویں صدی کے آخر میں یورپ میں ہوا، جب فرانسیسی انقلاب کے اثرات، صنعتی انقلاب کی معاشرتی تبدیلیاں، اور روایتی اقدار کے ٹوٹنے سے نئی سوچیں پیدا ہوئیں۔ اس دور کے فکری ماحول میں عقلیت پسندی اور کلاسیکیت سے مایوسی پائی جاتی تھی، جس کی وجہ سے مفکرین اور فنکاروں نے انسانی جذبات، تخیل اور فطرت کی طرف رجوع کیا۔ رومانویت نے فلسفہ اور ادب میں جذباتیت اور انفرادیت کو اہمیت دی، جو اس وقت کی عقلی اور سائنسی سوچ کے برخلاف تھا۔

رومانویت میں جذبات اور تخیل کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس تحریک کے پیروکاروں نے عقلیت اور منطق کے بجائے جذبات کو اہمیت دی اور سمجھا کہ انسانی زندگی اور تجربات کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے جذبات ایک اہم ذریعہ ہیں۔ ولیم ورڈزورتھ (William Wordsworth) اور سیموئل ٹیلر کولرج (Samuel Taylor Coleridge) جیسے رومانوی شاعروں نے جذبات اور فطرت کے جمالیاتی تجربات کو اپنی شاعری میں سمویا۔ ڈاکٹر بلند اقبال رومانویت پر لکھتے ہوئے جذباتیت اور تخیل پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

> "رومانس ازم کا ادب روح کو ایک نامیاتی شکل دے کر اپنے اندر ایک ارتقائی عمل سے گزار کر ایک طاقتور مگر بے ساختہ سی تخلیقی شکل دیتا ہے اور جذبات یا احساسات کو ایک کردار کی شکل میں ڈھال کر جسمانی کردار سے بڑا حجم دیتا چلا جاتا ہے اور یوں اپنے معنی بھرپور انداز میں متعین کرتا ہے۔ اسی وجہ سے رومانوی دور میں شاعری، نثر سے زیادہ تخلیق ہوئی کیونکہ شاعری روح کے فطری اظہار یا احساسات و جذبات کے اظہار کا ایک طاقتور ترین ذریعہ ہے۔ اس دور میں

رمزیہ طویل نظموں کے بجائے محبت کے نغمے، فطرت پر شاعرانہ نظمیں، غم و افسردگی کے احساسات سے بھری ہوئی شاعرانہ تحریریں، لوک گیت، قومی نغمے اور بیلے (Ballad) انداز میں شاعری اور نثر کثیر تعداد میں ملتی ہیں۔"(۵)

رومانویت میں فطرت کی عکاسی اور اس کے ساتھ گہرا تعلق اہم عنصر ہے۔ رومانوی مصنفین اور فنکاروں نے فطرت کو انسانی جذبات اور خیالات کے اظہار کے لیے ایک اہم ذریعہ سمجھا۔ جان کیٹس (John Keats) اور پی بی شیلے (Percy Bysshe Shelley) جیسے شعراء نے فطرت کو اپنی شاعری میں بنیادی حیثیت دی، اور اسے انسانی روح کی آزادی اور سکون کا ذریعہ تصور کیا نہ صرف شاعری میں بلکہ اٹھارویں صدی کے نثری ادب میں بھی یہ رجحان غالب رہا۔ ڈاکٹر بلند اقبال کے مطابق:

"رومانس ازم کے ناولز اور کہانیوں کے ہیروز میں بھی ہمیں ایک باغیانہ انداز ملتا ہے یہ ہیروز صرف اتھارٹیز کے خلاف ہی مزاحمت نہیں کرتے ہوئے ملتے ہیں بلکہ وہ ایک عمومی سوسائٹی کے بجائے فطرت کے قرب کا حصہ بننا چاہتے ہیں۔ اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ رومانٹک ادب مذہبیات کے بجائے فطرت اور انسانیت کے موضوعات کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ اپنے مزاج میں ہیلنک ہے نا کہ ہیبرنک گو کہ کہیں کہیں یہ کرسچینیٹی کے روحانی تصور اور ریشنل ازم کے گرد بھی ملتا ہے۔"(۶)

رومانویت میں انفرادیت اور خودی کو بھی خصوصی اہمیت دی گئی۔ رومانوی مصنفین اور فنکاروں نے فرد کی انفرادیت، اس کی خواہشات، خوابوں اور تخیلات کو اجاگر کیا۔ اس دور کے ادب اور فلسفے میں فرد کی آزادی، اس کے حقوق اور اس کی ذاتی تجربات کو بنیادی حیثیت دی گئی، جو کہ کلاسیکی دور کے اجتماعی اصولوں کے برعکس تھا۔ ڈاکٹر سید عبداللہ اس ضمن میں یوں رقم طراز ہیں:

"رومانیت کا ایک ڈھیلا ڈھالا سا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسے اسلوب، اظہار انداز احساس کا اظہار کرتی ہے جس میں فکر کے مقابلے میں تخیل کی گرفت مظبوط ہو، رسم و روایت کی تقلید سے آزادی، خیالات کو سیلاب کی طرح جدھر ان رخ ہو بہنے دیا جائے"۔(۷)

رومانویت میں خیال پرستی (Idealism) ایک اہم فلسفیانہ عنصر تھا۔ اس تحریک کے مفکرین نے اس بات پر زور دیا کہ مادی دنیا کے بجائے خیالات، خواب اور تصورات زیادہ اہم ہیں۔ انہوں نے اس بات کو مانا کہ تخیل اور احساسات حقیقت کو تشکیل دیتے ہیں اور اسی لیے مادی دنیا کے بجائے اندرونی دنیا کو زیادہ اہمیت دی گئی۔ ان کا نظریہ ہے کہ خیال مستقل ہوتا ہے، اس کو دوام حاسل ہے، وہ فانی نہیں ہوتا آرٹ مثلاً کوئی تصویر یا مجسمہ صدیوں بعد بی ویسا ہی رہتا ہے جب کہ انسان کا نہ صرف دور شباب ختم ہو جاتا ہے بلکہ وہ فنا بھی ہو جاتا ہے۔ جان کیٹس کی "Ode to Grecian Urn" اس نقطہ نظر کی عمدہ مثال پیش کرتی ہے، اس میں شاعر فن کو انسانی حیات پر فوقیت دیتا ہوا یہ بتاتا ہے کہ فن ازل سے ابد تک رہے گا۔

رومانویت نے ادبی دنیا میں نئے رجحانات کو فروغ دیا۔ اس دور میں شاعری، ناول، اور نثر میں رومانوی عناصر نمایاں تھے۔ انگریزی ادب میں ولیم ورڈزورتھ کی Prelude اور سیموئل ٹیلر کولرج کی The Rime of the Ancient Mariner نے رومانوی اصولوں کی عمدہ عکاسی کی۔ اس کے علاوہ، جان کیٹس اور لارڈ بائرن (Lord Byron) جیسے شعرا نے بھی رومانویت کے جذباتیت، تخیل اور فطرت پر زور دیا۔ جرمن ادب میں، گوئٹے (Johann Wolfgang von Goethe) کی Faust اور شیلر (Friedrich Schiller) کی تخلیقات نے رومانوی تحریک کو اہمیت دی۔ گوئٹے کے کاموں میں فرد کی آزادی، انفرادیت اور قدرتی تجربات کو بہت

اہمیت دی گئی۔ اسی طرح فرانسیسی ادب میں وکٹر ہیوگو (Victor Hugo) اور الیگزینڈر ڈوما (Alexandre Dumas) نے رومانویت کے اصولوں کو اپنایا اور اپنے ناولوں میں جذباتیت اور انفرادیت کو نمایاں کیا۔ رومانویت کا اثر صرف ادب تک محدود نہیں تھا، بلکہ فنون لطیفہ اور موسیقی میں بھی واضح تھا۔ تصویری آرٹ میں رومانوی مصوروں جیسے فرانسسکو گویا (Francisco Goya) اور جے ایم ڈبلیو ٹرنر (J.M.W. Turner) نے اپنی پینٹنگز میں فطرت اور انسانی جذبات کو مرکز بنایا۔ ان کی پینٹنگز میں فطری مناظر اور جذباتی کیفیات کو نمایاں کیا گیا، جس سے رومانوی تحریک کی جمالیات کی عکاسی ہوتی ہے۔

موسیقی میں، لوڈوِگ وان بیتھوون (Ludwig van Beethoven) اور فرینز لسٹ (Franz Liszt) جیسے موسیقاروں نے رومانوی اصولوں کو اپنایا۔ ان کے موسیقی کے کاموں میں جذباتیت، خودی، اور انفرادی اظہار کی بھرپور جھلک ملتی ہے۔ مختصر ترین الفاظ میں یہ بیان کیا جاسکتا ہے کہ رومانویت ایک اہم ادبی اور فکری تحریک تھی جس نے مغربی دنیا کی فکر اور تخلیق میں انقلاب برپا کیا۔ اس تحریک نے عقلیت پسندی کے مقابلے میں جذبات، تخیل، اور فطرت کو ترجیح دی، اور انفرادیت اور خودی کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ رومانویت کا اثر ادب، فنون لطیفہ، اور موسیقی پر گہرا رہا، اور آج بھی اس کی جمالیاتی اور فکری روایات دنیا بھر کے فنکاروں اور مفکرین کو متاثر کرتی ہیں۔ اوپر دیئے گئے کلاسیکیت اور رومانویت کی خصوصیات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم ان دونوں تحاریک کا تقابلی جائزہ پیش کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ کلاسیکیت میں معروضیت کو اہمیت دی جاتی ہے، یعنی فنکار یا شاعر ذاتی جذبات کو ایک طرف رکھتے ہوئے اپنے فن میں حقیقت اور توازن کو ترجیح دیتا ہے۔ اس کے برعکس، رومانویت میں جذباتیت اور ذاتی تجربات کو فن کا مرکزی جزو بنایا جاتا ہے۔ کلاسیکیت میں "The Iliad" اور "The Odyssey" جیسے رزمیہ نظمیں ایک مثالی نمونہ ہیں جہاں کرداروں کی جذباتی حالت کو کم سے کم رکھا گیا ہے۔ جبکہ رومانویت میں بائرن (Lord Byron) کی شاعری میں جذبات کی شدت کو نمایاں کیا گیا ہے۔

کلاسیکیت میں نظم و ضبط اور اصولوں کی پیروی کو لازمی سمجھا جاتا ہے۔ فنون لطیفہ کے ہر شعبے میں کچھ بنیادی اصولوں کی پاسداری ضروری سمجھی جاتی ہے۔ اس کے برعکس، رومانویت میں فنکار کو مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے، اور وہ اپنے خیالات اور جذبات کو آزادانہ طریقے سے پیش کرتا ہے۔ مثال: کلاسیکیت میں فرانس کے ادبی فنکار مولائر (Molière) کی تحریریں نظم و ضبط اور اصولوں کی عمدہ مثال ہیں۔ جب کہ رومانویت میں شیلے (Percy Bysshe Shelley) کی تحریریں جذباتی آزادی کی عکاس ہیں۔ کلاسیکیت میں فطرت کو ایک معروضی حقیقت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، جبکہ رومانویت میں فطرت کو جذبات اور تخیل کے آئینے میں دیکھا جاتا ہے۔ ورڈزورتھ کی نظم "Tintern Abbey" رومانوی فطرت پسندی کی ایک بہترین مثال ہے۔ جبکہ کلاسیکیت میں فطرت کو ایک غیر جانبدار موضوع کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جیسا کہ ورجل (Virgil) کی "Georgics" میں دکھایا گیا ہے۔

کلاسیکیت اور رومانویت دو ایسے نظریاتی دھارے ہیں جو ادب اور فن میں مختلف رجحانات کو ظاہر کرتے ہیں۔ جہاں کلاسیکیت نظم و ضبط، توازن، اور معروضیت پر زور دیتی ہے، وہیں رومانویت جذبات، تخیل، اور ذاتی تجربات کو اہمیت دیتی ہے۔ دونوں تحریکوں نے ادب پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں اور آج بھی ان کے اثرات ادب اور فنون میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ امین الرحمن، کلاسیکیت: تحریک اور تصورات، مضمون مشمولہ کلاسیکیت اور رومانویت از علی جاوید دہلی رائیٹرس گلڈ (انڈیا) لمیٹڈ، غالب اپارٹمنٹس پیتم پورہ، ۱۹۹۹ء، ص: ۷۰

۲۔ عارفی، آفتاب عالم، کلاسیکی تصورِ شعر کی روایت، نئی دہلی براؤن بک پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ء، ص: ۱۷، ۱۸

۳۔ یونس حسنی، رومانیت: تصورات اور انسلاکات مضمون مشمولہ کلاسیکیت اور رومانویت از علی جاوید دہلی رائیٹرس گلڈ (انڈیا) لمیٹڈ، غالب اپارٹمنٹس پیتم پورہ، ۱۹۹۹ء، ص: ۱۵۰، ۱۵۱

۴۔ محمد حسن، اردو ادب میں رومانوی تحریک، مضمون مشمولہ ایضاً، ص: ۱۹۴

۵۔ بلند اقبال، ڈاکٹر، پلیٹو سے پوسٹ ماڈرن ازم تک مغربی ادب، لاہور، سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۲۴ء، ص: ۱۴۵

ایضاً، ص: ۱۹۰

۶۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، مباحث، لاہور، مجلس ترقی ادب، طبع اول، ۱۹۶۵ء، ص: ۳۹

References in Roman Script:

1. Ameen ur Rehman, Classikiyat: Tehreek aur Tasawuraat, Mazmoon Mashmoola Classikiyat aur Romanviyat az Ali Javed, Delhi Writers Guild (India) Limited, Ghalib Apartments Pitampura, 1999, p :70
2. Aarifi, Aftab Alam, Classiki Tasawur-e-Shaer ki Riwayat, New Delhi Brown Book Publications, 2018, p : 17, 18
3. Younas Hasni, Romaniyat: Tasawuraat aur Insilakaat, Mazmoon Mashmoola Classikiyat aur Romanviyat az Ali Javed, Delhi Writers Guild (India) Limited, Ghalib Apartments Pitampura, 1999, p :150, 151
4. Muhammad Hasan, Urdu Adab mein Romanvi Tehreek, Mazmoon Mashmoola, ibid., p:194.
5. Buland Iqbal, Dr., Plato se Postmodernism tak Maghribi Adab, Lahore, Sanjh Publications, 2024, p :145
6. Syed Abdullah, Dr., Mubahis, Lahore, Majlis-e-Taraqqi Adab, Tabah e Awal, 1965, p. :39